السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک مولوی صاحب جو اپنے آپ کو عقیدتاً و عملاً اہلحدیث کہتا ہے اس کا خیال ہے کہ اگر کہیں قحط سالی واقع ہو جائے اور کسی شخص کے بچے و اہل خانہ فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہے ہوں یا کچھ دنیاوی معاملات کی وجہ سے مجبور ہو اور اسے کچھ پیسوں کی ضرورت ہو اور کسی دوسرے ذریعہ سے اسے رقم نہ مل رہی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سود پر رقم حاصل کر کے اپنی ضروریات کو پورا کر لے اور بطور دلیل قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتا ہے :

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرۃ ۲/۱۷۳)

''جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ نہ باغی ہو اور نہ ہی حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالی غفور رحیم ہے۔''

اس آیت کے لحاظ سے بحالت مجبوری حرام کھانا جائز ہے لہذا اس شخص کو بھی سخت مجبوری درپیش ہے لہذا اس کے لیے سود کی رقم لینا جائز ہے اس مولوی صاحب کو اس کے متعلق صحیح احادیث بھی بتائی گئی ہیں لیکن وہ اپنے موقف پر اڑا رہا ہے اور اسی طرح اس سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ یہ موقف سلف صالحین میں سے بھی کسی کا ہے؟ جواباً اس نے کہا کہ سلف یا خلف اور حدیث وغیرہ کی یہاں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن پاک ناطق اور یقینی ہے حدیث اور سلف صالحین کا عمل ظنی ہے اس لیے یقین ظن پر غالب ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مذکورہ صورت میں ایسے شخص کے لیے اپنی اور اپنے اہل خانہ بال بچوں کی جان بچانے کے لیے سود پر قرضہ لینا جائز ہے۔ اگرچہ سود لینا و دینا دونوں گناہ کبیرہ ہیں جس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں نہایت تفصیل کے ساتھ وضاحت موجود ہے اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر جب یہ شخص نہایت مجبوری اور بے بسی کی حالت میں مجبور اور پریشان ہے اور اسے سود لینے کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہیں آرہا کہ وہ اپنے بال کا شکم سیر کر سکے ایسی صورت میں اس کے لیے سود لینا جائز ہے اور ایسی حالت کو شرعی اصطلاح کے مطابق اضطرار کہا جاتا ہے اور اضطراری حالت کو شریعت اسلامیہ نے مستثنی قرار دیا ہے کیونکہ کتنی ہی اشیاء ہیں جن کو حرام قرار دینے کے بعد بھی اضطراری صورت میں جائز و حلال قرار دیا گیا ہے جس طرح میتۃ لحم الخنزیر، دم (خون) شراب وغیرہ۔

حاصل مطلب کہ حرام اشیاء کو بوقت مجبوری استعمال کرنا جائز قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ الضروریات تبیح المحظورات والا قاعدہ درست ہے اس کے بعد قرآن کریم کی آیت ذکر کی جاتی ہے جس میں اس مسئلہ کی وضاحت پورے طریقے سے موجود ہے اللہ تعالی فرماتا ہے :

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (الانعام : ۱۱۹)

''یعنی اللہ تبارک و تعالی نے تمہارے لیے تم پر جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے مگر جب تم مجبور ہو جاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں دو مقام پر کلمہ ما کا استعمال ہوا ہے ایک حرام سے پہلے اور دوسرا اضطرار سے پہلے۔ دونوں جگہوں پر ما کا کلمہ عام ہے، یعنی دونوں جگہوں پر کسی بھی چیز کی تخصیص بیان نہیں ہوئی اس لیے پہلی جگہ میں یہ بیان ہے کہ حرام کے تمام افراد وغیرہ ما کے عموم میں داخل ہیں ہمارے لیے اس نقطہ کو مزید تقویت اس حقیقت سے بھی ملتی ہے کہ قرآن کریم سورۃ الانعام والی آیت میں فرمایا گیا ہے :

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

یعنی حالانکہ اللہ تعالی تمہیں حرام کے متعلق تفصیل کے ساتھ سمجھایا ہے، لیکن جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سورۃ انعام مکی ہے اور اس میں زیر بحث آیت سے پہلے ''میتۃ و لحم الخنزیر'' وغیرہما کی حرمت کا تذکرہ موجود ہی نہیں بلکہ اس آیت کے دوسرے رکوع کے بعد ان محرمات کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح کچھ حرام اشیاء کا ذکر سورہ نحل کے آخر میں کیا گیا ہے لیکن سورۃ نحل سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں سورتوں کے علاوہ دوسری کسی بھی مکی سورۃ میں ان کا (حرمت) ذکر نہیں۔

زیر بحث آیت :

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ

کا مطلب ہو گا کہ حالانکہ اللہ تبارک و تعالی تمہیں حرام اشیاء کے متعلق تفصیل سے سمجھا رہا ہے اور سمجھائے گا یعنی یہاں ماضی بمعنی مستقبل کے ہے اور کلام عرب میں ایسا مستقبل کا فعل جس کا وقوع یقینی ہو اس کے لیے ماضی کا فعل استعمال کرتے ہیں، یعنی ایسے آنے والے کام کا وقوع ایسا یقینی ہوتا ہے کہ گویا وہ ہو چکا ہے۔ مثلاً :

أَتَىٰٓ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ (النحل: ١)

''اللہ کا حکم آپہنچا پس تم اس میں جلدی نہیں کرو۔''

وغیرہما من الآیات یعنی مقصد یہ ہوا کہ تمہیں اپنے خیال کے مطابق حلال شے کو حرام قرار دینے کا اختیار نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالی وقتا فوقتا حرام وحلال کے متعلق بیان دیتا رہتا ہے اور دیتا رہے گا، تمہیں اس مسئلہ کے متعلق بھی ارشاد ربانی کا منتظر رہنا چاہیے جسے اس سے پہلے حرام کیا گیا ہے اس کو سمجھیں اور جس کے متعلق بعد میں آگاہی معلوم ہو اس کے مطابق عمل کریں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ زیر بحث آیت میں حرام اشیاء کے بیان سے پہلے رب تعالی نے یہ تفہیم دی ہے کہ تمہاری طرف حرام اشیاء کے متعلق وحی کی رہنمائی آتی رہے گی۔ لہذا تمہیں اس تفہیم پر عمل کرنا چاہیے اور تم اپنے خیال سے حرام اور حلال اشیاء کا تقرر نہ کرو اور وہ حرام اشیاء بعد میں تمہیں وقتا فوقتا بتائی جائیں گی جن میں سے میتۃ (مردار) خنزیر کا گوشت، خون وغیرہ بھی شامل ہوں گے اور بعد میں سود اور شراب وغیرہ کی حرمت سے بھی آگاہ کیا جائے گا۔

ان تمام حرام اشیاء کے متعلق یہ اصولی بات پہلے سے ہی ذہن نشین رکھیں کہ اضطراری حالت بہر حال مستثنی ہوگی ما اضطررتم الیہ گویا مختصر الفاظ میں یہ کہا جائے کہ رب تعالی بعد میں حرام اشیاء کا تذکرہ کر رہا ہے۔ اس سورت میں خواہ اس کے بعد نازل کی گئی مکی ومدنی سورتوں میں، لہذا پہلے ہی سے تمہیدی طور پر یہ حقیقت ذہن نشین کروادی کہ آنے والی حرام اشیاء سے (جو بھی حرام کی جائیں) اضطراری حالت مستثنی رہے گی بس یہی اصولی حقیقت ہے جو آنے والی تمام محرم اشیاء کے متعلق رہنمائی کرتی ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے سورت میں یا کسی دوسری سورت میں جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہوا گر اس میں میتہ وغیرہ کی حرمت کا ذکر ہوتا تو پھر شاید کسی کے لیے یہ کہنے کی گنجائش نکل آتی کہ یہ اضطراری حالت صرف میتۃ وغیرہ کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کسی دوسری چیز کے ساتھ لیکن اب جو صورتحال ہے اس کے لحاظ سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ اب ہمیں غور کرنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اس آیت میں مذکورہ محرم اشیاء کے علاوہ دیگر کون سی اشیاء ہیں جن کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

جس طرح ارشاد فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (المائدہ ۵/۳)

تو جس طرح آیت میں المیتۃ وغیرہ کو حرام کے لفظ سب ملقب کیا گیا ہے تو اس طرح سود پر بھی حرمت کا لفظ بولا گیا ہے۔ مثلا فرمایا:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (البقرۃ: ۲۷۵)

بہر حال حرام کی تمام اقسام پر ''ما حرم'' کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور اس میں حرمت ربا بھی داخل ہے لہذا ''ما'' کے دوسرے عموم میں بھی اضطرار کی دوسری اقسام داخل ہیں اور ان سب میں کلمہ ما شامل ہے اور اضطراری کی بھی کئی اقسام ہیں جن کو مفسرین نے اچھی طرح وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مثلا ایام قحط میں ایسی حالت ہو جائے آدمی کو جان کا خطرہ لاحق ہو جائے یا کوئی ظالم شخص اسے مجبور کرے کہ حرام کھا ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا وغیرہ۔ مذکورہ آیت میں اضطرار کو مستثنی کیا گیا ہے، یعنی ما حرم کی تمام اقسام سے اضطرار کی تمام اقسام مستثنی ہیں نیز اضطرار کی وضاحت تفسیر المنار میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

((قولہ الا ما اضطررتم الیہ'' استثنا مما حرمہ فمتی وقعت الضرورۃ بان لم یوجد من الطعام عند شدۃ الجوع الا المحرم زال الحرمۃ وہذہ قاعدۃ عامۃ فی یسر الشریعۃ الاسلامیہ والضرورۃ تتقدر بقدرہا فیباح للمضطر تناول بہ الضرورۃ و یتقی الہلاک))

مذکورہ عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضطر کے لیے بقدر ضرورت حرام کو استعمال کرنا مباح ہے اسلامی شریعت کو عام کرنے کے لیے یہ قاعدہ عام ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں یہ ارشاد بھی ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا مفسرین نے یہ کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ تو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بہت افسوس ہوا کہ جو افعال ابھی واقع ہی نہیں ہوئے اور دل میں تو ہر وقت کئی خیال آتے رہتے ہیں اور ان خیالات کے متعلق بھی اگر مؤاخذہ ہوا تو یہ بات بہت مشکل پڑ جائے گی پھر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تسلی کی خاطر یہ آیت لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ الخ نازل ہوئی یعنی اللہ تعالی نفس کو اس بات کی تکلیف دیتا جو اس کی قوت وبرداشت میں ہے ہو اور اللہ تعالی کسی بندہ کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔

یہاں بھی انسان جو بھوک میں مر رہا ہے، اس کے لیے یہ بھی تکلیف ہے جس کا برداشت کرنا انسان سے محال ہے، اس لیے اسے شخص کو مضطر کہا جائے گا اور اس کے لیے بقدر ضرورت حرام کا استعمال جائز ہے۔ اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری، ما نوی)) صحیح البخاری: بدء الوحی: رقم الحدیث: ١۔

''یعنی تمام اعمال کا دارومدار نیت ہے۔''

لہذا جو شخص اس حرام چیز کو جس نیت سے استعمال کرے گا اس لحاظ سے اس کا حساب وکتاب ہوگا۔ باقی مولوی مذکورہ کا یہ کہنا کہ قرآن کریم ناطق اور یقینی ہے اور حدیث ظنی ہے وغیرہ اس کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ حرمت ربا تو جس طرح حدیث سے ثابت ہے اسی طرح کئی آیات کریمہ بھی اس کی حرمت کا اثبات کرتی ہیں۔ دراصل قرآن اور حدیث میں فرق کرنے والا اصول غلط ہے کیونکہ حدیث پاک کو وحی خفی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم کو وحی جلی اور وحی کا نزول من جانب اللہ ہے تو پھر اس میں ظن کو آخر کیا دخل ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[فتاویٰ راشدیہ](#)

صفحہ نمبر 471

محدث فتویٰ